

امام جعفر صادق (ع) اور مسئلہ خلافت (1)

<?xml encoding="UTF-8">

اس وقت ہم مسئلہ امامت و خلافت پر گفتگو کر رہے ہیں۔ مسئلہ صلح امام حسن علیہ السلام پر بات چیت ہوچکی امام رضا (ع) کی ولی عہدی کے بارے میں ہم گفتگو کریں گے۔ اس سلسلے میں کئی سوالات بھی پیدا ہوتے ہیں، جن کا جواب دینا بہت ضروری ہے۔ حضرت امیر (ع) حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام رضا علیہ السلام، حضرت امام صادق علیہ السلام کی خلافت حقہ کے بارے میں کچھ اعتراضات سننے کو آئے ہیں، میں چاہتا ہوں ان کا تفصیل کے ساتھ جواب دوں، ایسا جواب کہ جس کے بعد کسی قسم کا ابہام نہ رہے۔ لیکن میں اس وقت امام جعفر صادق (ع) کے بارے میں گفتگو کروں گا۔ امام علیہ السلام کے بارے میں دو سوالات ہمارے سامنے پیش کئے گئے ہیں۔ پہلا سوال یہ ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا دور امامت بنی امیہ کی حکومت کے آخری ایام اور بنی عباس کے اوائل اقتدار میں شروع ہوتا ہے۔

سیاسی اعتبار سے امام علیہ السلام کے لئے بہترین موقعہ ہاتھ میں آیا۔ بنی عباس نے تو اس موقعہ پر بھرپور طریقے سے فائدہ اٹھا لیا۔ امام علیہ السلام نے ان سنہری لمحوں سے استفادہ کیوں نہیں کیا؟ بنی امیہ کا اقتدار زوال پذیر تھا۔ عربوں اور ایرانیوں، دینی اور غیر دینی حلقوں میں بنی امیہ کے بارے میں شدید ترین مخالفت وجود میں آچکی تھی۔ دینی حلقوں میں مخالفت کی وجہ ان کا علانیہ طور گناہوں کا ارتکاب کرنا تھا۔ دیندار طبقہ کے نزدیک بنی امیہ فاسق و فاجر اور نالائق لوگ تھے؟ اس کے علاوہ انہوں نے بزرگان اسلام اور دیگر دینی شخصیات پر جو مظالم ڈھائے ہیں وہ انتہائی قابل مذمت اور لائق نفرت تھے۔ اس طرح کی کئی مخالف وجوہات نفرت و اختلاف کا باعث بن چکی تھیں" خاص طور پر امام حسین علیہ السلام کی شہادت نے بنی امیہ کے ناپاک اقتدار کو خاک میں ملا دیا۔ پھر رہی سہی کسر جناب زید بن علی ابن الحسین اور یحییٰ بن زید کے انقلابات نے نکال دی۔ مذہبی اور دینی اعتبار سے ان کا اثر و رسوخ بالکل ناپید ہوگیا تھا۔ بنی امیہ علانیہ طور پر فسق و فجور کے مرتکب ہوئے تھے، عیاشی اور شرابخوری میں تو انہوں نے بڑے بڑے رنگین مزاج حکمرانوں کو پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ ان سے سخت نفرت کرتے تھے۔ اور ان کو لادین عناصر سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ کچھ حکمران ظلم و ستم کے حوالے سے بہت ظالم و سفاک شمار کیے جاتے تھے ان میں ایک نام سلاطین بنی امیہ کا ہے۔ عراق میں حجاج بن یوسف اور خراسان میں چند حکمرانوں نے ایرانی عوام پر مظالم ڈھائے۔ وہ لوگ بنی امیہ کے مظالم کو ان مظالم کا سرچشمہ قرار دیتے تھے۔ اس لئے شروع ہی سے اسلام اور خلافت میں تفریق قائم کی گئی خاص طور پر علویوں کی تحریک خراسان میں غیر معمولی طور پر مؤثر ثابت ہوئی۔ اگرچہ یہ انقلابی لوگ خود تو شہید ہوگئے لیکن ان کے خیالات اور ان کی تحریکوں نے مردہ قوموں میں جان ڈال دی۔ اور ان کے نتائج لوگوں پر بہت اچھے مرتب ہوئے۔

جناب زید بن زین العابدین (ع) نے کوفہ کی حدود میں انقلاب برپا کیا وہاں کے لوگوں نے ان کے ساتھ عہد و پیمان کیا اور آپ کی بیعت کی، لیکن چند افراد کے سوا کوفیوں نے آپ کے ساتھ وفا نہ کی، جس کی وجہ سے اس عظیم سپوت اور بہادر و جری نوجوان کو بڑی بیدردی کے ساتھ شہید کر دیا گیا۔ ان ظالموں نے آپ کی قبر پر دو مرتبہ پانی چھوڑ دیا تاکہ لوگوں کو آپ کی قبر مبارک کے بارے میں پتہ نہ چل سکے، لیکن وہ چند دنوں کے بعد پھر آئے قبر کو کھود کر جناب زید کی لاش کو سولی پر لٹکا دیا اور کچھ دنوں تک اسی حالت میں لٹکتی

رہی اور کہا پر وہ لاش خشک ہوگئی۔ کہا جاتا ہے کہ جناب زید کی لاش چار سالوں تک سولی پر لٹکتی رہی۔ جناب زید کا ایک انقلابی بیٹا تھا ان کا نام یحییٰ تھا۔ انہوں نے انقلاب برپا کیا لیکن کامیاب نہ ہوسکے اور خراسان چلے گئے۔ پھر جناب یحییٰ بنی امیہ کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے شہید ہوگئے۔ آپ کی محبت لوگوں کے دلوں میں گھر کرتی چلی گئی۔ آپ کی شہادت کے بعد خراسان کے عوام کو پتہ چلا کہ خاندان رسالت کے ان نوجوانوں نے ایک ظالم حکومت کے خلاف جہاد کیا اور خود اسلام اور مسلمانوں کا دفاع کرتے ہوئے شہید ہوگئے۔ اس زمانے میں خبریں بہت دیر سے پہنچا کرتی تھیں۔ جناب یحییٰ نے امام حسین علیہ السلام اور جناب زید کی شہادت کو از سر نو زندہ کر دیا۔ لوگوں کو بعد میں پتہ چلا کہ آل محمد (ص) نے بنی امیہ کے خلاف کس پاکیزہ مقصد کے تحت قیام کیا تھا۔

مورخین لکھتے ہیں جب جناب یحییٰ شہید ہوئے تو خراسان کے عوام نے ستر (۷۰) روز تک سوگ منایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے انقلابی سوچ رکھنے والے لوگوں کا اثر پہلے ہی سے تھا لیکن جوں جوں وقت گزرتا جاتا ہے لوگوں کے اذہان میں انقلابی اثرات گھر کرتے جاتے ہیں۔ ایک انقلابی اپنے اندر کئی انقلاب رکھتا ہے۔ بہر حال خراسان کی سرزمین ایک بڑے انقلاب کیلئے سازگار ہوگئی۔ لوگ بنی امیہ کے خلاف کھلے عام نفرت کرنے لگے۔

بنی امیہ کے خلاف عوامی رد عمل اور بنی عباس

بنو عباس نے سیاسی حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خود کو خوب مستحکم و مضبوط کیا، یہ تین بھائی تھے ان کے نام یہ ہیں۔ ابراہیم امام، ابو العباس سفاح اور ابو جعفر منصور یہ تینوں عباس بن عبدالمطلب کی اولاد سے ہیں۔ یہ عبداللہ کے بیٹے تھے۔ عبداللہ بن عباس کا شمار حضرت علی علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہوتا ہے۔ اس کا علی نام سے ایک بیٹا تھا۔ اور علی کے بیٹے کا نام عبداللہ تھا" پھر عبداللہ کے تین بیٹے تھے۔ ابراہیم، ابو العباس سفاح اور ابو جعفر، یہ تینوں بہت ہی با صلاحیت، قابل ترین افراد تھے۔ ان تینوں بھائیوں نے بنی امیہ کے آخری دور حکومت میں بھر پور طریقے سے فائدہ اٹھایا۔ وہ اس طرح کہ انہوں نے خفیہ طور پر مبلغین کی ایک جماعت تیار کی اور پس پردہ انقلابی پروگرام تشکیل دینے میں شب و روز مصروف رہے۔ اور خود حجاز و عراق اور شام میں چھپے رہے، ان کے نمائندے اطراف و اکناف میں پھیل کرامویوں کے خلاف پروپیگنڈا کرتے تھے، خاص طور پر خراسان میں ایک عجیب قسم کا ماحول بن چکا تھا۔ لیکن ان کی تحریک کا پس منظر منفی تھا یہ کسی اچھے انسان کو اپنے ساتھ نہ ملاتے۔ یہ آل محمد (ص) کے گھرانے میں صرف ایک شخصیت کا نام استعمال کر کے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عوام کی توجہ کا مرکز آل محمد (ص) ہی تھے۔ ان عباسیوں نے ایک کھیل کھیلا کہ ابو مسلم خراسانی کا نام استعمال کیا اس سے ان کا مقصد ایرانی عوام کو اپنی طرف متوجہ کرنا تھا۔

وہ قومی تعصب پھیلا کر بھی لوگوں کی ہمدردیاں حاصل کرنا چاہتے تھے، وقت کی قلت کے پیش نظر میں اس مسئلہ پر مزید روشنی نہیں ڈالنا چاہتا، البتہ میرے اس مدعا پر تاریخی شواہد ضرور موجود ہیں۔ ان کو بھی لوگ بالکل پسند نہیں کرتے تھے۔ لیکن بنی امیہ سے نجات حاصل کرنے کیلئے وہ ان کو اقتدار پر لے آنا چاہتے تھے۔ بنی امیہ ہر لحاظ سے اپنا مقام کھو چکے تھے، اگر چہ بنی امیہ ظاہری طور پر خود کو مسلمان کہلاتے تھے۔ لیکن ان کا اسلام سے دور تک واسطہ نہ تھا۔ خراسان میں ان کا اثر و رسوخ بالکل نہ تھا کہ لوگوں

کو اس وقت کی حکومت کے خلاف اکٹھا کر سکیں اور خراسان کی فضا میں ایک خاص قسم کا تلاطم پیدا ہو چکا تھا، اگر چہ یہ لوگ چاہتے تھے کہ خلافت اور اسلام ہر دونوں کو اپنے پروگرام سے خارج کر دیں، لیکن نہ کرسکے، اور یہ اسلام کی بقاء اور مسلمانوں کی ترقی کا نام استعمال کر کے آگے بڑھتے گئے اور سال ۱۲۹ کے پہلے دن مرو کے ایک قصبے "سفید نج" میں اپنے قیام کا رسمی طور پر اعلان کیا۔ عید الفطر کا دن تھا۔ نماز عید کے بعد اس انقلاب کا اعلان کیا گیا، انہوں نے اپنے پرچم پر اس آیت کو تحریر کیا اور اسی آیت کو اپنے انقلابی اہداف کا ماٹو قرار دیا:

"اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا وان الله على نصرهم لقدير" 25

"جن (مسلمانوں) سے (کفار) لڑا کرتے تھے چونکہ وہ (بہت) ستائے گئے اس وجہ سے انہیں بھی (جہاد کی) اجازت دے دی گئی اور خدا تو ان لوگوں کی مدد پر یقیناً قادر (و توانا) ہے۔"

پھر انہوں نے سورہ حجرات کی آیہ نمبر ۱۳ کو اپنے منشور میں شامل کیا ارشاد خداوندی ہے:

"يا ايها الناس انا خلقناكم من ذكر و انثى و جعلناكم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اكرمكم عندالله اتقكم"

لوگو ہم نے تو سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور ہم نے تمہارے قبیلے اور برادریاں بنائیں تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکیں اس میں شک نہیں کہ خدا کے نزدیک تم سب سے بڑا عزت دار وہی ہے جو بڑا پرہیز گار ہو۔"

اس آیت سے بنی نوع انسان کو سمجھایا جا رہا ہے کہ اسلام اگر کسی کو دوسرے پر ترجیح دیتا ہے تو وہ اس کا متقی ہونا ہے۔ چونکہ اموی خاندان عربوں کو غیر عربوں پر ترجیح دیتے تھے اسلام نے ان کے اس نظریہ کی نفی کر کے ایک بار پھر اپنے دستور کی تائید کی ہے کہ خاندانی و جاہت، مالی آسودگی کو باعث فخر سمجھنے والو! تقویٰ ہی معیار انسانیت ہے۔

ایک حدیث ہے اور اس کو میں نے کتاب اسلام اور ایران کا تقابلی جائزہ میں نقل کیا ہے کہ پیغمبر اکرم (ص) نے فرمایا ہے یا ایک صحابی نے نقل کیا ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ سفید رنگ کے گوسفند کالے رنگ کے گوسفند میں داخل ہو گئے اور یہ ایک دوسرے سے ملے ہیں اور اس کے نتیجہ میں ان کی اولاد پیدا ہوئی ہے۔ پیغمبر اکرم (ص) نے اس خواب کی تعبیر ان الفاظ میں فرمائی کہ عجمی اسلام میں تمہارے ساتھ شرکت کریں گے، اور آپ لوگوں میں شادیاں کریں گے۔ آپ کی عورتیں ان کے مردوں اور ان کی عورتیں آپ کے مردوں کے ساتھ بیاہی جائیں گی۔ یعنی آپ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ رشتے کریں گے۔ میں نے اس جملہ سے یہ سمجھا کہ آپ (ص) نے فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک روز تم عجم کے ساتھ اور عجم تمہارے ساتھ اسلام کی خاطر جنگ کریں گے یعنی ایک روز تم عجم کے ساتھ جنگ کر کے انہیں مسلمان کریں گے اور ایک روز عجم تمہارے ساتھ لڑیں گے اور تمہیں اسلام کی طرف لوٹائیں گے اس حدیث کا مفہوم یہی ہے کہ اس قسم کا انقلاب آئے گا۔

بنی عباس انتہائی مضبوط پروگرام اور ٹھوس پالیسی پر عمل کرتے ہوئے تحریک کو پروان چڑھا رہے تھے۔ ان کا طریقہ کار بہت عمدہ اور منظم تھا انہوں نے ابو مسلم کو خراسان اپنے مقصد کی تکمیل کیلئے بھیجا تھا۔ وہ یہ ہر گز نہیں چاہتے تھے کہ انقلاب ابو مسلم کے نام پر کامیاب ہو بلکہ انہوں نے چند مبلغوں کو خراسان بھیجا کہ جاکر لوگوں میں اچھے انداز میں تقریریں کر کے عوام کو امویوں کے خلاف اور عباسیوں کے حق میں جمع کریں۔ ابو مسلم کے نسب کے بارے میں آج تک معلوم نہیں ہو سکا تاریخ میں تو یہاں تک بھی پتہ نہیں ہے کہ ابو مسلم ایرانی تھے یا عربی؟ پھر اگر ایرانی تھے تو پھر کیا اصفہانی تھے یا خراسانی؟ وہ ایک غلام تھا اس کی عمر ۲۲ برس کی تھی کہ ابراہیم امام نے اس غیر معمولی صلاحیتوں کو بھانپ لیا اور اس کو تبلیغ کے لئے

خراسان روانہ کیا تاکہ وہ خراسان کے عوام کے اندر ایک انقلاب برپا کر دے۔ اس نوجوان میں قائدانہ صلاحیتیں بھر پور طریقے سے موجود تھیں۔ یہ شخص سیاسی لحاظ سے تو خاصا با صلاحیت تھا لیکن حقیقت میں بہت برا انسان تھا۔ اس میں انسانیت کی بوتک نہ آتی تھی۔ ابو مسلم حجاج بن یوسف کی مانند تھا، اگر عرب حجاج پر فخر کرتے ہیں تو ہم بھی ابو مسلم پر فخر کرتے ہیں۔

حجاج بہت ہی زیرک اور ہوشیار انسان تھا۔ اس میں قائدانہ صلاحیتیں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں، لیکن وہ انسانیت کے حوالے سے بہت ہی پست اور کمینہ شخص تھا۔ اس نے اپنے زمانہ اقتدار میں بیس ہزار آدمی قتل کیے اور ابو مسلم کے بارے میں مشہور ہے کہ اس نے چھ لاکھ آدمی قتل کیے۔ اس نے معمولی بات پر اپنے قریبی دوستوں کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا اور اس نے یہ نہیں دیکھا کہ یہ ایرانی ہے یا عربی کہ ہم کہہ سکیں کہ وہ قومی تعصب رکھتا تھا۔

میں نہیں سمجھتا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس تحریک میں کسی قسم کی مداخلت کی ہو، لیکن بنو عباس نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ان کا یہ نعرہ تھا کہ وہ بنی امیہ سے خلافت ہر صورت میں لے کر رہیں گے۔ اس کیلئے وہ کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ یہاں پر قابل ذکر بات یہ ہے کہ بنو عباس کے پاس دو اشخاص ایسے ہیں کہ جو شروع سے لے کر آخر تک تحریک عباسیہ کی قیادت کرتے رہے۔ ایک عراق میں تھا اور وہ پس پردہ کام کر رہا تھا اور دوسرا خراسان میں، اور جو کوفہ میں تھا وہ تاریخ میں ابو سلمہ خلال کے نام سے مشہور ہے اور جو خراسان میں تھا اس کا نام ابو مسلم ہے۔ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ اس کو بنی عباس نے خراسان روانہ کیا اور اس نے بہت کم مدت میں بے شمار کامیابیاں سمیٹیں۔ ابو سلمہ کی حیثیت صدر اور ابو مسلم کی ایک وزیر کی تھی۔ یہ پڑھا لکھا شخص، سمجھدار سیاستدان اور بہترین منتظم تھا۔ گفتگو کرتے وقت دوسروں کو متاثر کر دیتا۔ یہی وجہ ہے کہ ابو مسلم ابو سلمہ سے حسد کرتا تھا۔ جب اس نے خراسان میں اپنی تحریک کا آغاز کیا تو ابو سلمہ کو درمیان سے ہٹا دیا اور ابو عباس سفاح کے نام ابو سلمہ کے خلاف ڈھیر سارے خط لکھ ڈالے، اور اس کو خطرناک شخص کے طور پر متعارف کروایا اور کہا کہ اس کو تحریک سے خارج کر دیجئے۔ اس نے اسی قسم کے خطوط بنی عباس کے مختلف اشخاص کی طرف ارسال کیے۔

لیکن سفاح نے اس کے اس مطالبے کو مسترد کر دیا اور کہہ دیا کہ وہ مخلصانہ طویل خدمات کے صلے میں ابو سلمہ کے خلاف کسی قسم کا قدم نہیں اٹھا سکتے۔ پھر اعتراض کرنے والوں نے سفاح سے شکایت کی کہ ابو سلمہ اندر سے کچھ ہے اور باہر سے کچھ اور، وہ چاہتا ہے کہ آل عباس سے خلافت لے کر آل ابی طالب (ع) کے حوالے کرے۔ یہ سن کر سفاح نے کہا مجھ پر اس قسم کے الزام کی حقیقت ثابت نہ ہوسکی اگر ابو سلمہ اس طرح کی سوچ رکھتا ہے کہ وہ ایک انسان کی حیثیت سے اس طرح کی غلطی کرسکتا ہے۔ وہ ابو سلمہ کے خلاف جتنی بھی کوششیں کرتا تھا کار گر ثابت نہ ہوتی تھیں۔ کیونکہ ابو سفاح ابو سلمہ اس کو کسی نہ کسی حوالے سے نقصان دے سکتا ہے۔ اس لئے اس نے اس کے قتل کا منصوبہ بنا لیا۔ ابو سلمہ کی عادت تھی کہ وہ سفاح کے ساتھ رات گئے تک رہتا وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ باتیں کرتے ایک رات وہ سفاح سے ملاقات کر کے واپس آ رہا تھا کہ ابو مسلم کے ساتھیوں اس کو قتل کر دیا۔ چونکہ سفاح کے کچھ آدمی اس قتل میں شریک تھے اس لئے ابو سلمہ کا خون کسی شمار میں نہ آسکا۔ یہ واقعہ سفاح کے اقتدار کے ابتدائی دنوں میں پیش آیا۔ اس سانحہ کی کچھ وجوہات ہوسکتی ہیں۔ ان میں کچھ محرکات یہ بھی ہیں۔

ابو سلمہ کا خط امام جعفر صادق (ع) اور عبد اللہ محض کے نام

مشہور مورخ مسعودی نے مروج الذهب میں لکھا ہے کہ ابو سلمہ اپنی زندگی کے آخری لمحات میں اس فکر میں مستغرق رہتا تھا کہ خلافت آل عباس سے لے کر آل ابی طالب (ع) کے حوالے کرے۔ اگرچہ وہ شروع میں آل عباس کیلئے کام کرتا رہا۔ ۱۳۲ھ میں جب بنی عباس نے رسمی طور پر اپنی حکومت کی داغ بیل ڈالی اس وقت ابراہیم امام شام کے علاقہ میں کام کرتا تھا لیکن وہ منظر عام پر نہیں آیا تھا۔ وہ بھائیوں میں سے بڑا تھا۔ اس لئے اس کی خواہش تھی کہ وہ خلیفہ وقت بنے لیکن وہ بنی امیہ کے آخری دور میں خلیفہ مروان بن محمد کے ہتھے چڑھ گیا اور اس کو یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ اگر اس کے خفیہ ٹھکانے کا کسی کو پتہ چل گیا تو وہ گرفتار کر لیا جائے گا۔ چنانچہ اس نے ایک وصیت نامہ لکھ کر مقامی کسان کے ذریعے اپنے بھائیوں کو بھجوایا۔ وہ کوفہ کے نواحی قصبے حمیمہ میں مقیم تھے، اس نے اس وصیت نامے میں اپنے سیاسی مستقبل کے بارے میں اپنی حالیہ پالیسی کے بارے میں اعلان کیا اور اپنا جانشین مقرر کیا اور اس میں اس نے یہ لکھا کہ اگر میں آپ لوگوں سے جدا ہو گیا تو میرا جانشین سفاح ہوگا (سفاح منصور سے چھوٹا تھا) اس نے اپنے بھائیوں کو حکم دیا کہ وہ یہاں سے کوفہ چلے جائیں اور کسی خفیہ مکان میں جا کر پناہ لیں اور انقلاب کا وقت قریب ہے۔ اس کو قتل کر دیا گیا اور اس کا خط اس کے بھائیوں کے پاس پہنچایا گیا۔ وہ وہاں سے چھپتے چھپاتے کوفہ چلے آئے اور ایک لمبے عرصے تک وہیں پہ مقیم رہے۔ ابو سلمہ بھی کوفہ میں چھپا ہوا تھا اور تحریک کی قیادت کر رہا تھا دو تین مہینوں کے اندر اندر یہ لوگ رسمی طور پر ظاہر ہوئے اور جنگ کر کے بہت بڑی فتح حاصل کی۔

مورخین نے لکھا ہے کہ اس انقلاب کے بعد ابراہیم امام کو قتل کر دیا گیا۔ حکومت سفاح کے ہاتھ میں آگئی۔ اس واقعہ کے بعد ابو سلمہ کو پریشانی لاحق ہوئی اور وہ سوچنے لگا کہ خلافت کیوں نہ آل عباس سے لے کر آل ابی طالب کے حوالے کی جائے۔ اس نے دو علیحدہ علیحدہ خطوط لکھے ایک خط امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں روانہ کیا اور دوسرا خط عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب (ع) کے نام ارسال کیا۔ (حضرت امام حسن (ع) کے ایک بیٹے کا نام حسن تھا جسے حسن مثنیٰ سے یاد کیا جاتا ہے یعنی دوسرے حسن، حسن مثنیٰ کربلا میں شریک جہاد ہوئے لیکن زخمی ہوئے اور درجہ شہادت پر فائز نہ ہو سکے۔

اس جنگ میں ان کی ماں کی طرف سے ایک رشتہ داران کے پاس آیا اور عبید اللہ ابن زیاد سے سفارش کی کہ ان کو کچھ نہ کہا جائے۔ حسن مثنیٰ نے اپنا علاج معالجہ کرایا اور صحت یاب ہو گئے۔ ان کے دو صاحبزادے تھے ایک کانام عبداللہ تھا۔ عبداللہ ماں کے لحاظ سے امام حسین علیہ السلام کے نواسے تھے اور باپ کی طرف سے امام حسن علیہ السلام کے پوتے تھے۔ آپ دو طریقوں سے فخر کرتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ میں دو حوالوں سے پیغمبر اسلام (ص) کا بیٹا ہوں۔ اسی وجہ سے ان کو عبداللہ محض کہا جاتا تھا۔ یعنی خالصتاً اولاد پیغمبر، عبداللہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے دور امامت میں اولاد امام حسن علیہ السلام کے سربراہ تھے، جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام اولاد امام حسین علیہ السلام کے سربراہ تھے۔)

ابو سلمہ نے ایک شخص کے ذریعہ سے یہ دو خطوط روانہ کیے، اور اس کو تاکید کی کہ اس کی خبر کسی کو بھی نہ ہو۔ خط کا خلاصہ یہ تھا کہ خلافت میرے ہاتھ میں ہے۔ خراسان بھی میرے پاس ہے اور کوفہ پر بھی میرا کنٹرول ہے، اور اب تک میری ہی وجہ سے خلافت بنی عباس کو ملی ہے۔ اگر آپ حضرات راضی ہوں تو

میں حالات کو پلٹ دیتا ہوں یعنی وہ خلافت آپ کو دے دیتا ہوں۔

امام (ع) اور عبداللہ محض کا رد عمل

قاصد وہ خط سب سے پہلے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں لے آیا۔ رات کی تاریکی چھا چکی تھی۔ اس کے بعد عبداللہ محض کو ابو سلمہ کا خط پہنچایا گیا۔ جب اس نے یہ خط حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت اقدس میں پیش کیا تو عرض کی مولا یہ خط آپ کے ماننے والے ابو سلمہ کا ہے۔ حضرت نے فرمایا ابو سلمہ ہمارا شیعہ نہیں ہے۔ قاصد نے کہا آپ مجھے ہر صورت میں جواب سے نوازیں۔ آپ نے چراغ منگوا یا آپ نے ابو سلمہ کا خط نہ پڑھا اور اس کے سامنے وہ خط پھاڑ کر جلا دیا اور فرمایا اپنے دوست (ابو سلمہ) سے کہنا کہ اس کا جواب یہی ہے اس کے بعد حضرت نے یہ شعر پڑھا

ایا موقدانارا لغیرک ضوءہا
یا حاطبافی غیر حبلک تحطب

"یعنی آگ روشن کرنے والے اور، اس کی روشنی سے دوسرے مستفید ہوں۔ اے وہ کہ جو صحرا میں لکڑیاں اکٹھی کرتا ہے اور تو خیال کرتا ہے کہ یہ تو اپنی رسی میں ڈالی ہیں تجھے یہ خبر نہیں ہے تو نے جتنی بھی لکڑیاں جمع کی ہیں اس کو تیرے دشمن اٹھا کر لے جائیں گے۔"

اس شعر سے حضرت کا مقصد یہ تھا کہ ایک شخص محنت کرتا ہے لیکن اس کی محنت سے استفادہ دوسرے لوگ کرتے ہیں گویا آپ کہہ رہے تھے کہ ابو سلمہ بھی کتنا بد بخت شخص ہے کہ اس نے حکومت کی تشکیل دینے کیلئے بہت زیادہ محنت کی ہے لیکن اس سے فائدہ دوسروں نے اٹھایا ہے یا اس شعر کا مطلب یہ تھا کہ اگر ہم خلافت کے لئے محنت کرتے ہیں اور وہ نا اہل ہاتھوں میں چلی جاتی ہے۔

کتنے افسوس اور دکھ کی بات ہے حضرت نے خط کو جلا دیا اور اس قاصد کو جواب نہ دیا ابو سلمہ کا قاصد وہاں سے اٹھا اور عبداللہ محض کے پاس آیا اور ان کو ابو سلمہ کا خط دیا۔ عبد اللہ خط کو پڑھ کر بے حد مسرور ہوئے۔ مورخ مسعودی نے لکھا ہے کہ عبداللہ صبح ہوتے ہی اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے در دولت پر آئے۔ امام علیہ السلام نے ان کا احترام کیا، حضرت جانتے تھے کہ عبداللہ کے آنے کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا لگتا ہے کہ آپ کوئی نئی خبر لے کر آئے ہیں۔ عبداللہ نے عرض کی جی ہاں ایسی خبر کہ جس کی تعریف و توصیف بیان نہ کی جاسکے۔ (نعم ہو اجل من ان یوصف) یہ خط ابو سلمہ نے مجھے بھیجا ہے انہوں نے اس خط میں تحریر کیا ہے کہ خراسان کے تمام شیعہ اس بات پر مکمل طور پر تیار ہیں کہ خلافت و ولایت ہمارے سپرد کردیں۔ انہوں نے مجھ سے درخواست کی ہے کہ ان کی یہ پیشکش قبول کر لوں۔ یہ سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا:

"ومتی کان اهل خراسان شیعة لک؟"

خراسان والے آپ کے شیعہ کب بنے ہیں؟

انت بعثت ابا مسلم الی خراسان؟

کیا آپ نے ابو مسلم کو خراسان بھیجا ہے؟

آپ نے خراسان والوں سے کہا ہے کہ وہ سیاہ لباس پہنیں اور ماتمی لباس کو اپنا شعار بنائیں۔ کیا یہ خراسان سے آئے ہیں یا لائے گئے ہیں؟ تم تو ایک آدمی کو بھی نہیں پہچانتے؟ امام علیہ السلام کی باتیں سن کر عبداللہ ناراض ہو گئے۔ انسان جب کوئی چیز پسند کرے اور اس کی خوشخبری سننے کے بعد کوئی اور بات سننا گوار نہیں کرتا۔ گویا یہ انسان کی سرشت میں شامل ہے۔ اس نے حضرت امام جعفر صادق سے بحث کرنی شروع کردی اور حضرت سے کہا کہ آپ کیا چاہتے ہیں:

"انما یرید القوم ابنی محمدا لانہ مہدی ہذہ الامۃ"

یہ میرے بیٹے محمد کو خلافت دینا چاہتے ہیں اُپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم اس امت کا امام مہدی آپ کا بیٹا محمد نہیں ہے اگر اس نے قیام کیا تو قتل کیا جائے گا۔ یہ سن کر عبداللہ اظہار ناراضگی کرتے ہوئے بولا آپ خواہ مخواہ ہماری مخالفت کر رہے ہیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا بخدا ہم تمہاری خیر خواہی اور بھلائی کے سوا اور کچھ نہیں چاہتے۔ آپ کا مقصد کبھی پورا نہیں ہوگا۔ اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا کہ بخدا ابو سلمہ نے بالکل اسی طرح کا خط ہماری طرف بھی روانہ کیا ہے لیکن ہم نے پڑھنے کی بجائے اس کو آگ میں جلا دیا۔ عبداللہ ناراض ہو کر چلے گئے۔ ان حالات کو دیکھ کر بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس وقت سیاسی فضا کس قدر مکدر تھی، بنی عباس کی تحریک کامیاب ہوتی ہے؟ ابو مسلم اس وقت خاصا فعال ہوتا ہے۔ اور وہ ابو سلمہ جیسے انقلابی شخص کو قتل کرادیتا ہے۔ سفاح بھی اس کی حمایت کرنے لگ جاتا ہے۔ پھر ایسا ہوا کہ ابو سلمہ کا قاصد ابھی مدینہ سے کوفہ نہ پہنچا تھا کہ ابو سلمہ قتل ہو چکا ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے عبداللہ محض کا جواب ابو سلمہ کے ہاتھوں تک نہ پہنچ سکا۔

ایک تحقیق

اس واقعہ کو جس خوبی کے ساتھ مسعودی نے لکھا ہے اتنا اور کسی مورخ نے نہیں لکھا۔ میرے نزدیک ابو سلمہ کا مسئلہ بہت واضح ہے کہ وہ شخص سیاستدان تھا۔ وہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے شیعوں میں ہر گز نہ تھا۔ مطلب صاف ظاہر ہے کہ وہ ایک مرتبہ آل عباس کیلئے کام کرتا ہے اور دوسری مرتبہ وہ اپنی پالیسی بدل لیتا ہے۔ دراصل عوام کی اکثریت یہ نہیں چاہتی تھی کہ خلافت خاندان رسالت سے باہر کسی دوسرے شخص کے پاس جائے۔ آل ابی طالب میں دو شخصیات اہم شمار کی جاتی تھیں ایک حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور دوسرے جناب عبداللہ محض، ابو سلمہ ان دونوں شخصیات کے ساتھ دینداری اور خلوص کی وجہ سے یہ کام نہیں کر رہا تھا وہ چاہتا تھا کہ خلافت بدلنے سے اس کے ذاتی مفادات محفوظ رہیں۔ ابھی اس کو امام جعفر صادق علیہ السلام اور عبد اللہ محض کی طرف سے جواب موصول نہ ہوا تھا کہ ابو سلمہ قتل ہو گیا۔ جب میں یہ بات کرتے ہوئے لوگوں کو سنتا ہوں تو مجھے حیرانگی ہوتی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابو سلمہ کے خط کا جواب کیوں نہیں دیا تھا اور اس کی دعوت قبول کیوں نہیں کی تھی؟ اس کا جواب بھی صاف ظاہر ہے کہ یہاں پر بھی حالات سازگار نہ تھے۔

صورت حال نہ روحانی لحاظ سے اچھی تھی اور نہ ظاہری لحاظ سے بہتر تھی بلکہ امام علیہ السلام نے جو بھی اقدامات کیے وہ حقیقت پر مبنی تھے ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے شروع ہی سے بنی عباس کی کسی قسم کی حمایت نہیں کی۔ دراصل آپ نہ امویوں کے حق میں تھے اور نہ عباسیوں

کے حق میں۔ یہ دو خاندان اور موروثی حکمران ذاتی مفاد کے علاوہ کوئی سوچ نہ رکھتے تھے۔ ہم نے کتاب الفرج اصفہانی سے استفادہ کیا۔ اس سلسلے میں جتنی ابو الفرج نے تفصیل لکھی ہے اتنا اور کسی مورخ نے نہیں لکھا۔ ابو الفرج اموی مورخ تھے۔ اور سنی المذہب تھے ان کو اصفہان میں سکونت رکھنے کی وجہ سے اصفہانی کہا جاتا ہے۔ حقیقت میں یہ اصفہانی نہ تھے بلکہ اموی تھے اگرچہ یہ اموی مورخ تھے لیکن انہوں نے تاریخ نویسی میں اعتدال قائم رکھا اس لئے جناب شیخ مفید (رح) نے اپنی کتاب ارشاد میں ابو الفرج سے روایات نقل کی ہیں۔

ہاشمی رہنماؤں کی خفیہ میٹنگ

دراصل بات یہ ہے کہ شروع میں یہ طے پایا تھا کہ امویوں کے خلاف تحریک شروع کی جائے۔ بنی ہاشم کے سرکردہ لیڈر ابواء مقام پر جمع ہو گئے تھے۔ یہ مقام مکہ و مدینہ کے درمیان واقع ہے۔ (ابواء یہ ایک تاریخ جگہ ہے یہ وہ جگہ ہے جہاں پیغمبر اکرم (ص) کی والدہ ماجدہ نے انتقال فرمایا تھا۔) حضور (ص) پاک کی عمر پانچ سال کے لگ بھگ تھی بی بی اپنے اس عظیم صاحبزادے کو اپنے ہمراہ لائی تھیں۔ حضرت آمنہ کے رشتہ دار مدینہ میں آباد تھے۔ اس لئے حضور پاک مدینہ والوں کے ساتھ ایک خاص نسبت رکھتے تھے۔ بی بی مدینہ سے ہو کر واپس مکہ جارہی تھیں کہ راستہ میں مریض ہوئیں اور وہیں پر انتقال فرمایا اس جگہ کو مورخین نے ابواء کے نام سے یاد کیا ہے۔ حضور پاک (ص) اپنی ماں کی کنیز خاص بی بی ام ایمن کے ساتھ مدینہ چلے گئے اور آپ کی والدہ ماجدہ کو ابواء ہی میں سپرد خاک کیا گیا۔ آپ نے عالم غربت میں اپنی عظیم ماں کی المناک رحلت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور عمر بھر آپ اس غم کو نہ بھلا سکے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ۵۳ سال کی عمر میں مدینہ واپس لوٹ آئے اور اپنی زندگی کے آخری دس سال مدینہ ہی میں گزارے۔ آپ ایک موقع پر اثناء سفر میں ابواء نامی جگہ سے گزرے تو آپ چند لمحوں کیلئے اپنے صحابہ سے جدا ہو گئے اور ایک خاص جگہ پر رک گئے۔ دعا پڑھی اس کے بعد زار و قطار رونے لگے۔ صحابہ کرام نے تعجب کیا کہ حضور پاک (ص) رونے کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ میری والد ماجدہ کی قبر اطہر ہے۔ آج سے پچاس سال قبل جب میں پانچ سالہ بچہ تھا تو یہیں پر والدہ محترمہ کا انتقال ہوا تھا۔ آپ پچاس سالوں کے بعد اس مقام پر گئے اور دعا پڑھی اور اس کے بعد اپنی انتہائی عزیز ترین ماں کی یاد میں بہت ہی زیادہ روئے۔ "چنانچہ ابواء کے مقام پر ہونے والی خفیہ میٹنگ میں اولاد امام حسن (ع) عبداللہ محض اور آپ کے دونوں صاحبزادے محمد و ابراہیم موجود تھے۔ اسی طرح بنی عباس کی نمائندگی کرتے ہوئے ابراہیم امام، ابوالعباس سفاح، ابو جعفر منصور اور ان کے چند بزرگوں نے شرکت کی۔ اس وقت عبداللہ محض نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ اے بنی ہاشم! اس وقت لوگوں کی نگاہیں آپ کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ اور عوام کی آپ سے بہت زیادہ امیدیں وابستہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہاں پر اکٹھے ہونے کا موقعہ بخشا ہے لہذا سب مل جل کر اس نوجوان (عبداللہ محض کے بیٹے) کی بیعت کریں۔ ان کو اپنی تحریک کا قائد منتخب کریں۔ اور امویوں کے خلاف وسیع پیمانے پر جنگ کا آغاز کریں۔ یہ واقعہ ابو سلمہ کے واقعات سے پہلے کا ہے۔ تقریباً انقلاب خراسان سے بارہ سال قبل۔ اس وقت اولاد امام حسن علیہ السلام اور بنو عباس کی مشترکہ خواہش تھی کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ متحد ہو کر امویوں کا مقابلہ کریں۔

محمد نفس زکیہ کی بیعت

بنی عباس کا شروع سے یہی پروگرام تھا کہ وہ آل علی علیہ السلا میں ایسے نوجوان کو اپنے ساتھ ملائے رکھیں کہ جو لوگوں میں مقبول ہو اور لوگ اس کی وجہ سے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوسکتے ہوں۔ جب ان کی تحریک کامیاب ہو جائے گی تو اس نوجوان کو درمیان میں سے ہٹا دیا جائے گا۔ اس کام کیلئے انہوں نے محمد نفس زکیہ کو منتخب کیا۔ محمد جناب عبداللہ محض کے صاحبزادے تھے۔ عبد اللہ بہت ہی متقی اور پربہیز گار اور انتہائی خوبصورت شخصیت کے مالک تھے۔ ان کا بیٹا محمد کردار و گفتار اور شکل و صورت میں ہو بہو اپنے باپ کی تصویر تھا۔ اسلامی روایات میں ہے کہ جب ظلم حد سے بڑھ جاتا ہے تو اولاد پیغمبر (ص) میں سے ایک نوجوان ظاہر ہوتا ہے اور اپنے جد امجد کی طرح اسی کا نام بھی محمد ہوگا اسی طرح اسلامی تحریکیں چلتی رہیں گی اور اولاد زہرا (ع) میں سے ایک سید زادہ انقلابی جد وجہد کی قیادت کرتا رہے گا۔ اولاد امام حسن علیہ السلام کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ امت کا مہدی یہی محمد ہے۔ بنو عباس کے نزدیک بھی یہی محمد مہدی کے طور پر نمودار ہوئے تھے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے سازش کر کے ان کو مہدی وقت مان لیا ہو؟

بہر حال ابو الفرج نقل کرتے ہیں کہ عبداللہ محض نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے مزید کہا ہمیں متحد ہو کر ایک ایسے نوجوان کی قیادت میں کام شروع کردینا چاہیے کہ جو اس مظلوم ملت کو ظالموں کے شکنجوں سے نجات دے سکے۔ اس کے بعد بولے ایہا الناس اے لوگو! میری بات غور سے سنو ان اپنی ہذا ہو المہدی کہ میرا بیٹا محمد ہی مہدی دوراں ہے۔ آپ سب مل کر ان کی بیعت کریں۔ اس اثناء میں منصور بولا کہ مہدی کے عنوان سے نہیں البتہ یہ نوجوان موجودہ دور میں قیادت کے فرائض احسن طریقے سے نبھا سکتا ہے۔ آپ سچ کہہ رہے ہیں ہم سب کو اس نوجوان کی بیعت کرنی چاہیے۔ میٹنگ کے تمام شرکاء نے ایک زبان ہو کر اس کی تصدیق کی اور ایک ایک کر کے انہوں نے محمد کی بیعت کی۔ اس کے بعد انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو پیغام بھیجا کہ آپ بھی تشریف لائیں۔ جب حضرت تشریف فرما ہوئے سب نے حضرت کا استقبال کیا۔ عبداللہ محض جو صدر مجلس تھے نے اپنے پہلو میں حضرت کو جگہ دی۔ اس کے بعد انہوں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں رپورٹ پیش کی اور کہا جیسا کہ آپ بخوبی جانتے ہیں کہ ملکی و سیاسی حالات مخدوش ہیں لہذا وقت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی شخص اٹھے اور امت و ملت کی قیادت کرے۔ اس میٹنگ کے تمام شرکاء نے میرے بیٹے محمد کی بیعت کی ہے۔ کیونکہ ہمارے نزدیک مہدی دوراں یہی محمد ہی ہیں۔ لہذا آپ ان کی بیعت کریں۔ فقال جعفر لا تفعلوا امام علیہ السلام نے فرمایا نہیں تم ایسا نہ کرو:

"فان هذا الامر ثم يات بعد ان كنت ترى ان ابنك هذا هو المهدى فليس به ولا هذا اوانه"

رہی بات مہدی علیہ السلام کے ظہور کی تو یہ وقت ظہور نہیں ہے۔ اے عبداللہ اگر تم خیال کرتے ہو کہ تمہارا یہ بیٹا محمد مہدی ہے تو تم سخت غلطی پر ہو، تمہارا بیٹا ہر گز مہدی نہیں ہے اس وقت مہدی علیہ السلام کا مسئلہ نہیں ہے اور نہ ہی ان کی آمد اور ظہور کا وقت ہوا ہے۔ "وان كنت انما يريد ان تخرجه غضبا لله وليامر بالمعروف وينه عن المنكر فانا والله لا ندعك فانت شيخنا ونبايك ابنك في الامر"

حضرت نے اپنا موقف واضح کرتے ہوئے فرمایا اگر تم مہدی کے نام پر بیعت لے رہے ہو تو میں ہرگز بیعت نہیں

کروں گا۔ کیونکہ یہ سراسر جھوٹ ہے یہ مہدی نہیں ہے اور نہ ہی مہدی (ع) کے ظہور کا وقت ہوا ہے لیکن اگر آپ نیکی کے فروغ اور برائیوں اور ظلم کے خاتمے کے لئے جہاد کریں گے تو ہم آپ لوگوں کا ہر طرح سے ساتھ دیں گے۔"

امام علیہ السلام کے اس فرمان سے آپ کا موقف کھل کر سامنے آجاتا ہے۔ آپ نے نیکیوں کی ترویج اور برائیوں کے خاتمہ کے لئے ساتھ دینے کا وعدہ تو کیا لیکن آپ نے ان کی غلط پالیسیوں کی مخالفت کردی کہ یہ محمد مہدی نہیں ہے۔ جب آپ نے بیعت کا انکار کیا تو عبداللہ ناراض ہو گئے۔ جب آپ نے عبداللہ کی ناراضگی کو دیکھا تو فرمایا دیکھو عبداللہ میں آپ سے کہہ رہا ہوں کہ تمہارا بیٹا محمد مہدی نہیں ہیں ہم اہل بیت کے نزدیک یہ ایک ایسا راز ہے کہ جس کو ہم ہی جانتے ہیں ہمارے سوا کوئی اور نہیں جانتا کہ وقت کا امام کون ہے اور مہدی (ع) کون ہوگا؟ یاد رکھو تمہارا یہ بیٹا بہت جلد قتل کر دیا جائے گا۔ ابو الفرج نے لکھا ہے کہ عبداللہ سخت ناراض ہوئے اور کہا خیر آپ نے جو کہنا تھا کہہ دیا لیکن ہمارا نظریہ یہی ہے کہ محمد مہدی وقت ہے، آپ حسد اور خاندانی رقابت کے باعث اس قسم کی باتیں کر رہے ہیں۔

"فقال واللہ ماذاک یحملنی ولكن هذا واخوته وابنائهم دونکم وضرب یدہ ظہر ابی العباس"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنا دست مبارک ابو العباس کی پشت پر مارتے ہوئے فرمایا یہ بھائی مسند خلافت پر فائز ہو جائیں گے اور آپ اور آپ کے بیٹے محروم رہیں گے۔ اس کے بعد آپ نے عبداللہ حسن کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

"ما ہی الیک ولا الی ابنیک"

تم اور تمہارے بیٹے خلافت تک نہیں پہنچ سکیں گے۔"

ان کو قتل ہونے سے بچائیے۔ بنو عباس آپ کو خلافت تک پہنچنے نہیں دیں گے۔ اور تمہارے دونوں بیٹے قتل کر دیئے جائیں گے۔ اس کے بعد امام علیہ السلام اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ نے اپنا ایک ہاتھ عبدالعزیز عمران زہری کے کندھے پر رکھتے ہوئے اس سے کہا:

"ارایت صاحب الرداء الاصغر؟"

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے کہ جس نے سبز قبا پہنی ہوئی تھی؟"

(آپ کی اس سے مراد ابو جعفر منصور تھی) وہ بولا نعم جی ہاں آپ نے فرمایا خدا کی قسم ہم جانتے ہیں کہ یہی شخص مستقبل قریب میں عبداللہ کے بیٹوں کو قتل کر دے گا۔

یہ سن کر عبدالعزیز سخت متعجب ہوا اور اپنے آپ سے کہنے لگا یہ لوگ آج تو اس کی بیعت کر رہے ہیں اور کل اسے قتل کر دیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں عبدالعزیز ایسا ہی ہوگا عبدالعزیز نے کہا میرے دل میں تھوڑا سا شک گزرا ہو سکتا ہے امام علیہ السلام نے حسد وغیرہ کی وجہ سے ایسا کہا ہو لیکن خدا کی قسم میں نے اپنی زندگی ہی میں دیکھ لیا کہ ابو جعفر منصور نے عبداللہ کے دونوں بیٹوں کو قتل کر دیا۔ دوسری طرف حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام محمد سے بے حد پیار کرتے تھے۔ ابو الفرج کے بقول

"کان جعفر بن محمد اذا رای محمد بن عبداللہ بن الحسن تغر غرت عیناہ"

کہ امام علیہ السلام کی نگاہ مبارک جب محمد پر پڑتی تو آپ کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو چھلک پڑتے اور فرمایا کرتے:

"بنفسی هو ان الناس فيقولون فيه انه لمقتول ليس هذا في كتاب علی من خلفاء هذه الامة"

میری جان قربان ہو اس پر لوگ جو اس کے بارے میں مہدی ہونے کے قائل ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ یہ نوجوان

قتل کیا جائے گا ہمارے پاس حضرت علی علیہ السلام کی ایک کتاب موجود ہے اس میں محمد کا نام خلفاء میں شامل نہیں ہے۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شروع میں تحریک کا آغاز ہی مہدویت کے نام پر ہوا ہے لیکن امام جعفر صادق (ع) نے اس کی سخت مخالفت کی اور فرمایا اگر یہ تحریک نیکیوں کے فروغ اور برائیوں کے خاتمہ کے لئے ہے تو پھر ہم اس کے ساتھ ہر طرح کا تعاون کریں گے لیکن ہم محمد کو مہدی کے طور پر تسلیم نہیں کرسکتے، رہی بات بنو عباس کی تو ان کا مطمع نظر سیاسی و حکومتی مفادات حاصل کرنے کے سوا کچھ نہیں ہے۔

امام جعفر صادق (ع) کے دور امامت کی چند خصوصیات

یہاں پر ہم جس لازمی نکتے کا ذکر کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا دور امامت اسلامی خدمات کے حوالے سے بے نظیر اور بہترین دور ہے۔ آپ کے دور میں مختلف قسم کی تحریکوں نے جنم لیا، بے شمار انقلابات رونما ہوئے۔ امام علیہ السلام کے والد گرامی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا انتقال ۱۱۲ھ کو ہوا۔ آپ اس وقت امام وقت مقرر ہوئے اور ۱۲۸ھ تک زندہ رہے۔ ظہور اسلام سے لیکر اب تک دو تین نسلیں حلقہ اسلام میں داخل ہو چکی تھیں۔ سیاسی و تمدنی لحاظ سے بے تحاشا ترقی ہوئی۔ اور کچھ ایسی جماعتیں بھی وجود میں آئیں جو خدا کی منکر تھیں۔ زندیق اس دور میں رونما ہوئے یہ لوگ خدا، دین اور پیغمبر کے مخالف تھے۔ بنی عباس کی طرف سے ان بے دین عناصر کو ہر لحاظ سے آزادی حاصل تھی۔ صوفیاء بھی اسی دور میں ظاہر ہوئے اور کچھ ایسے فقہا بھی پیدا ہوئے کہ جو فقہ کو قیاس کی طرف لے گئے۔ اس دور میں مختلف نظریات رکھنے والے لوگ، جماعتیں پیدا ہوئیں۔ اس نوع کی تبدیلی اور جدت و ندرت پہلے ادوار میں نہ تھی۔

امام حسین (ع) اور امام جعفر صادق (ع) کے زمانوں کا زمین و آسمان کا فرق ہے۔ امام حسین علیہ السلام کے دور میں بہت زیادہ گھٹن تھی اور مشکل ترین دور تھا اس لئے امام عالی مقام نے اپنے دور امامت میں حدیث کے پانچ چھ جملے بیان فرمائے اس کے علاوہ کوئی حدیث نظر نہیں آتی، لیکن امام جعفر صادق علیہ السلام کا دور امام تعلیمی و تربیتی حوالے سے بہترین دور تھا۔ آپ نے فرصت کے ان لمحوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بہت کم مدت میں چار ہزار فضلاء تیار کیے۔ لہذا اگر ہم فرض کریں (جو کہ غلط ہے) کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو وہی حالات پیش آتے جو امام حسین علیہ السلام کو پیش آئے تھے تو پھر بھی امام جعفر صادق علیہ السلام علمی کارنامے انجام دیتے؟ ہم نے پہلے عرض کیا ہے کہ آئمہ طاہرین کی حیات طیبہ کا انداز ایک جیسا ہوتا ہے اور آپ کی شہادت وہی رنگ لاتی جو کہ امام حسین (ع) کی لائی ہے۔ اگر چہ آپ ایک وقت درجہ شہادت پر فائز بھی ہوئے لیکن آپ کو قدرت نے خوب موقع فراہم کیا کہ آپ نے علمی و دینی لحاظ سے غیر معمولی کارنامے سر انجام دیئے۔ آج امام جعفر صادق علیہ السلام کا نام پوری دنیا میں ایک بہت بڑے مصلح کے طور پر مانا جانا جاتا ہے۔ امام علیہ السلام کے بارے میں اگلی نشست میں کچھ مزید باتیں عرض کروگا۔ ان شاء اللہ۔

